

مصنف کی دیگر تصانیف:

سفرِ حلقہ دونوں کا (تقریری مجموعہ) ○

احتساب (تقریری مضامین) ○

اعتبار (تقریری مضامین) ○

وصور ایسا ہے
 اس کو محرم قرار دوں کیا
 میں روح کی سر جوتی کی خاطر
 بدن کو ایسے
 عذابِ لیل و بہار دوں کیا



وہ قریرہاں کی سہریاری سے خوش ہوا ہے

وہ میرے اندر کا حکمراں ہے

وہ مالکِ روح و جاں بنا ہے

اسے بدن کی کتاقتوں میں کہاں سمیٹوں

اسے تقدس کے مسروں پر سجا کے رکھوں

— مگر مرا حسم یو جھٹتا ہے

کہ آخرتس میری کسا خطا ہے

مجھے یہ کس حرم کی سرا ہے

وہ شخص جو تجھ کو چاہتا ہے

وہ شخص ہوں تجھ سے کون جفا ہے

— کہ جب وہ آئے

بدن کا ہر انگ اس کی آمد

کے گیت گاتے

ہری نظر میں ستہ سا آئے

جرے رہ گیسو کھیلے کھیلے سے

اسی کے رخ بر تار ہوئے کے منتظر ہوں

جرے ہوں کو کسی ہمک ریر لمس

کا گماں ہو

ہر ایک عضو چاہتا ہے

وہ مہرماں ہو، وہ مہرماں ہو

مگر وہ بیتھر کا نت بنا ہے

اسے کہوں کیا

مرآۃ بدن مجھ سے پوچھتا ہے

[راقعہ رباب کی ربانی دوسری نظم]

قصور ایسا ہے
 اس کو محرم قرار کیوں دوں
 قصور ایسا ہے
 وہ تو خود لہر لہریں کر
 مرے بدن کے نیکے ساحل نہ آ رہا تھا
 وہ میری جلتی رہیں کو
 لمس مہرماں دیسے والا تھا
 اور میں سمجھ رہی تھی
 کہ جسم کا بوجھ اگیا تو
 وہ روح کے تنہاں مرا تک نہ جاسکے گا
 میں مطمئن تھی، یہ سوچتی تھی

مگر یہ دستک ۔
 کوئی مجھے پھر جگا رہا ہے
 مگر ابھی میں جمار میں ہوں
 ابھی مجھے نیند آرہی ہے
 میں اس کی یادوں میں کھو گئی ہوں
 کوئی بھی اس کے سوا نہ آئے
 ابھی کوئی دوسرا نہ آئے



دوسری آہٹیں

[واقعہ رمان کی رمانی ایک نظم]

ابھی کہ
 آگس میں اس کی یادوں کے دل تئیں بھول کھل رہے ہیں
 ابھی کہ
 کمرے میں اس کی خوشبو مستامِ جاں میں پھمک رہی ہے
 ابھی ہوائیں جھپک رہی ہیں
 ابھی فصائیں وہی صدا حلقوؤں کی صورت
 جھک رہی ہے
 ابھی ابھی گرم گرم سانسوں سے
 سد کمرہ مہمک رہا ہے
 ابھی وہی بس لے بہایت مجھے ترالور کر گیا ہے
 ابھی مجھے یسد آرہی ہے

تجھیں آئے والے مہر و سال
 کی سارسین بھی
 حوسر گوتیوں میں چھپی ہیں
 کہو بو تادوں
 مگر تم یقین بھی کرو گے ؟



(۳) ڈوبتی رات میں ایک نظم

مجھے کیا حسرت تھی
مگر حب میں رہے لگا
ایک اک کر کے لوگوں نے مجھ سے کہا
کہ وہ آدمی
مجھ سے پہلے سو گھرے میں رہتا تھا
اک حادثہ کر گیا
ریست سے بڑ گیا
اور بھیا تک سیر رات میں کھو گیا
رندگی کی گراں مار رہی ہے
جس کو آزاد ہونا تھا وہ ہو گیا

صبح دم ایک عوا ہوا
”خود کشی“ خود کشی“

(۲) ایک نظم۔ بے خواب رات کی

یہ بھی ممکن ہے کہ کل رات بہت سویا ہوں
 یہ بھی ممکن ہے دواؤں کا اثر ہو شاید
 اس سے کچھ دیر تلک
 جس کتابوں نے مجھے گھیرا تھا
 ہو نہ ہو اس بھی گرفتار مار کھا ہے
 —————
 مات کچھ بھی ہو مگر
 روٹھ جاتے گی یہ بوہی پید اگر
 ریہہ ریہہ کسی تاریک گیمیا میں یہ رات
 اور اترے گی اترتی ہی چلی جاتے گی
 اسی تنہائی کے اس مار گراں کو لے کر
 میں کہاں تنہا کے اندھیرے میں مکھیاؤں کا
 سنسناتی ہوتی دہشت زدہ آوازوں سے
 جسم و جاں کیسے بچا یاؤں گا
 اور کچھ دیر اگر پید نہیں آئے گی
 رات کے حوت سے مر جاؤں گا



تبہن شب گزیدہ نظمیں

(۱) شام — اس رات سے پہلے

شام تیرو کھاں ، شام ما مہرماں
 شام رہر گماں ، لسكر دستماں
 یے نہ یے چل رہی ہے سماں
 کیا کئے گی یہ حاں
 کوئی آسبہ لہوں کی دہلیز پر
 ہے کھڑا
 دیکھے دیکھتے جیمہ حاں میں در آئے گا
 کیا کروں — کس طرح روک لوں
 کھڑکیاں ، روڑوں و در ، سبھی راستے سد ہیں
 اس کو آما ہی ہے وہ مگر آئے گا
 اک دھواں سارے کمرے میں بھرجائے گا
 شام کا رہر تنہا کے مدوں میں اتر جائے گا



آج بھی اپنے رگ ویسے میں لہو ماتی ہے
 شوقِ عتاقِ یے تعلقِ عدو ماتی ہے
 مشقِ حشر کے لیے ایسا لہو ماتی ہے
 یعنی ہر حال میں ربط میں و تو ماتی ہے

نقدِ حال دے کے ہمیں عہدِ وفا لیا ہے
 حس کا دس ہے تو بھر حس مٹا لینا ہے

اس ہوائیں مرے رجموں کی یہ تہنیر کریں
 کون حدیثِ دلِ مرحوم کی تفسیر کریں
 تنکوہِ حوتے متاں آج نہ تحریر کریں
 گھر کے ملے یہ ہی گھر دوسرا تعمیر کریں

رجمِ غیروں کی بگاڑوں سے چھپا لیا ہے
 حس کا دس ہے تو بھر حس مٹا لینا ہے



تیں شب گزردہ نظمیں

(۱) شام — اس رات سے پہلے

شام تیروکھاں ، شام ما مہرماں
 شام رہبرگماں ، لشکر دستماں
 یے نہ یے چل رہی ہے سماں
 کیا کے گی یہ حاں
 کوئی آس — لہو کی دہلیزیر
 ہے کھڑا
 دیکھتے دیکھتے جیمہ حاں میں در آئے گا
 کیا کروں — کس طرح روک لوں
 کھڑکیاں ، روروں و در ، سہی راستے سدہیں
 اس کو آما ہی ہے وہ مگر آئے گا
 اک دھواں سارے کھرے میں بھرجائے گا
 شام کا رہبر تب کے مدوں میں اتر جائے گا



آج بھی ایسے رگ و بے میں لہو ماتی ہے
 تنوے عتاقِ بے تنعلِ عدو ماتی ہے
 مشقِ حشر کے لیے اپسا لہو ماتی ہے
 یعنی ہر حال میں ربط میں و لو ماتی ہے

نقدِ حال دے کے ہمیں عہدِ وفا لیا ہے
 حس کا دں ہے تو بھر حس منا لینا ہے

اب ہوائیں مرے رجوں کی نہ تہبیر کریں
 کسوں حدیثِ دلِ مرحوم کی تفسیر کریں
 شکوہِ حوئے نتاں آج نہ تحریر کریں
 گھر کے ملے یہ ہی گھر دوسرا تعمیر کریں

رحمِ غیروں کی بگاہوں سے چھپا لینا ہے
 حس کا دں ہے تو بھر حس منا لینا ہے



یومِ جشن

پھول ہونٹوں پر منسم کے سالیسا ہے
لیلیٰ مرگ سے جتنے کی ادا لینا ہے
ورق گل سے ہمیں رنگِ قبا لینا ہے
کو حیرت یار میں الہامِ وفا لینا ہے

کب محبوس سے شوقیٰ جسا لینا ہے
حسن کا دل ہے تو پھر حسنِ ماسا لینا ہے

عجب حارِ معیلاں ہے کہاں سے بچے
عشق کرنا ہے تو کیوں تکیں حال سے بچے
مسرل شوق میں کما حورِ مستان سے بچے
دستہٴ نارِ مقابل ہے کہاں سے بچے

رسمِ دیوبند سے اب کام سالیسا ہے
حسن کا دل ہے تو پھر حسنِ ماسا لینا ہے

مری سدی تھکیوں سے یادیں سرک رہی ہیں
 فضا میں تحلیل ہو رہی ہیں
 دھواں دھواں ساعتوں میں اکثر
 وہ چند لمحے
 ابھی تلک حلقوں کی صورت
 دکھا کے قدیل رہنمائی
 حیات کے تاریکراں میں بھی
 شوق منزل اکھارتے ہیں
 مگر اب اُگے سفر کے معنی؟

تھک کے لمحوں میں
 دھیرے دھیرے — میں وایسی کے سفر میں
 گم رہی ہوئی فصاؤں
 میں سانس لوں گا
 مسل کے قدموں سے
 وقت نے جس کو رکھ دیا ہے
 اب اس گلاؤں کی باس لوں گا



واپسی

اسی جوتی میں
 غم بھر کی سی سائی
 صداؤں کا احتساب کروں
 یہی وہ لمحہ ہے
 حساب رواں ساعتوں
 کو حکم قیام دے کر
 یہی اس برسوں کی ساری گمت
 آہٹوں کا حساب کروں
 اسی لظاہر سکوں کی مصمحل فصا میں
 غموں کی یورتس کو زیر کر کے
 میں ایک بار
 اپنے آپ کو فتح یاں کروں
 کہ رفتہ رفتہ

غزل

لب ہر حال کھولتے رہا
آئینہ رکھ کے لوٹے رہا

بھیڑ میں ہے تو مل ہی جائے گا
چہرہ چہرہ ٹٹولتے رہا

ایک اک لوند ہے گہر تباہ
موتی آنکھوں سے روکتے رہا

لمحہ لمحہ ستار میں لانا
حسم میں رہر گھولتے رہا

دھبی کا سراع یا لوگے
دوستوں کو ٹٹولتے رہا



آسماں لہکتا ہے

رنگ رنگ ساہر سو

اپنا دل لہجاتا ہے

بادِ صبح کی حسی

رنگ و بارے یایاں

حسدہ نگل و بلسل

مہوستان لے پروا

سب بہار کے ساماں

اب ہم ایسے موسم میں

حسگ کر نہیں سکتے

فصلِ روح پرور میں

دونوں مر نہیں سکتے

آج ایک ایک لمحہ

رندگی سکھاتا ہے

حسدگی ستاتا ہے

آج ایسے موسم میں

حسگ ہو نہیں سکتی

اے اچھے جیہوں میں

دونوں لوٹ جائیں اب



وہی لمحہ لمحہ لہکسا ابھی تک
 ابھی تک اسی یاد کی تعلق ہے

سبیلں مرے نام کی اور بھی ہیں
 مگر ییاس مجھ کو تری لود کی ہے

ترا نام لوں سامے سب کے حالی
 یہ جاہت مرے دل کو اب کاٹتی ہے



غزل

صداؤں کے جنگل میں وہ جانتی ہے
کہ میں نے ہر آوار تبری سنی ہے

اُداسی کے آگس میں تیری طلب کی
عجب حوتما اک کلی کھل رہی ہے

بیارنگ تھا اس کا، کل وقتِ رحمت
کہ جیسے کسی ماتِ یار رہی ہے

اسے دے کے سا کچھ میں نہ سوچتا ہوں
اسے اور کہا دوں ابھی کچھ کمی ہے

بازیافت

آج پھر دروازہ حان پر ہے دستک کی صدا
تاک میں ابھی ہیں شاید دشمن تہرہ سکوت
اندرو بیروں ابھی تک رُسریکا رہیں
یہ فصا اک آئے والے رلے کا ہے ثنوت

حائے کب ٹوٹا تھا رستہ مسطروں کا دیر سے
متعلین آنکھوں کی کس عالم میں حائے گل ہو میں
سہم گئے سیلاب میں دیوار کے سارے نقوش
اور ہوائیں سب گھروندے ساتھ اڑا کر لے گئیں

مضمحل سی حامتی صحرائے پایاں میں ہے
لمس بھیر محسوس ہوتا ہے کسی آوار کا
متشرسا ہو رہا ہے کچھ فصاؤں کا سکوت
آج پھر دروازہ حان پر ہے دستک کی صدا

غزل

لے صدا لہجوں کو یا راستے سماعت دیکھیے
اپنی ہی آواز سنا پاؤں وہ قدرت دیکھیے

نہیں صفت منظر کا حاری ہے یہاں رقصِ جیوں
رخسرتِ نظارہ آنکھوں کو ابھی منہ دیکھیے

حسم و حال تک بھی بنگل جلتے گا صحرا کا سکوت
چیخ کر کاہوں کو ایک شورِ قیامت دیکھیے

دستکیں تو شونخِ جوانی بھی دیا کرتی ہیں رور
اور کوئی اپنے ہونے کی علامت دیکھیے

ٹوٹ کر پتھروں کہاں اس سنگناے ذات میں
یائے وحشت کو مرے صحرا کی وسعت دیکھیے



— بھاگ جاتے

میں حساس کی آوار پر کاں ڈالوں

— وہ حیا

کچھ سنائی نہ دے

کچھ دکھائی نہ دے

صدا، رنگ، لکھت، صا، جسم، لذت

یہ سب میرے دہش

مجھے وہ نصا دے

جو سچ مچ

مجھے میری تنہائیوں سے ملا دے



شکستِ مراتبِ ہائی

وہ کیا ہے حو تہائیوں میں حلل ڈالتا ہے
 کبھی جسم میں کر
 مجھے لمس کا دائقہ سکتا ہے
 کبھی صوب میں کر
 سماعت میں رس گھولتا ہے
 کبھی سات رنگی دھبک سے
 مجھے جھانکتا ہے
 کبھی حوسوؤں کے تھپیڑوں سے
 میری تھکی، مضمحل، نیم حواسدہ
 ہستی کو سدا کرتا ہے — نسک
 میں حب ایسی متناقض نظروں سے دیکھوں
 — نظر بھی نہ آئے
 میں حب اس کی حاسب نظر ہوں

ہوا ہوں حرّاتِ حُرّمِ وفا سے بھی محروم
سرا یہ دی کہ حظا میری کتنی دی اُس نے

اب ایسی کوئی صدا ہے نہ ایسا کوئی بیتہ
یلا دیا ہے مجھے رہبر آگہی اس نے

دورِ سکوت نہ جاتی بہت ہے شورِ صدا
یا کیا ہے وہ طوفاںِ جاہلی اُس نے



غزل

حدا کیا تو بہت ہی ہنسی حوتی اُس نے
بدل دیا ہے اب اندازے رچی اُس نے

وہ رنگ رنگ اڑا خوتوؤں میں پھیل گیا
جھٹک دیا تھا مرا دامن تہی اُس نے

جیسے سنا کے مجھے خوفِ سررشتس سا رہا
اسی کلام پر بڑھ چڑھ کے دادی اُس نے

وہ میرے ساتھ شروعِ سفر چلا تھا مگر
ہجومِ شہر میں لی راہ اور ہی اُس نے

ہٹیں گے راہ کے پتھر، سلاسل ٹوٹ جائیں گے
ہوائیں کھل جائیں گی، عادل کیس گائیں گے

نئے جلوں سے ہوگی صورتِ حاماں کی تلمانی
نئے پیور، سنی رنگت، 'یا اندر رعنائی

سیلیں تہہ کاموں کے لیے ہیں رہگزاروں میں
فرار آئے لگا ہے رسمِ رفتہ فراروں میں

مساویرِ جیل اکہ آخرِ حتم ہیں اب مشکلیں سری
ترے قدموں پہ سجدہ ریز ہوں گی سرلیں تیری



مسافر سے!

کاردست تنہا اک صحن رنگ و نور بھی ہوگا
مسافر جیل اسیر، سرل ترا غم دور بھی ہوگا

بہتہ کومل حاتیں گی چھینٹیں بھی گلاؤں کی
کھلے گی تیر گاموں پر حقیقت اس سراؤں کی

مساب رہ گزر حو منزلوں کے رویہ میں اگر
چرا لیتے تھے قدموں سے ترے دوق سفر اکثر

مسافر حل ہوتی ہے اس سیدی سحر پیدا
ترے قدموں کی ٹھوکر سے ہے ظلمت میں تر پیدا

رفیقاں سفر اک دوسرے کا لوجھ اٹھائیں گے
نہ اس مارِ الحم سے تیرے تٹائے کھلے یائیں گے

تو کسی سانچے میں اس کو ڈھال دے
 درِ گم ہو جائیں گے یہ رنگ و نو

وقت کے یتھراؤ سے میرا وجود
 ریرہ ریرہ منتشر ہے حار سو



غزل

کل جو تہائی میں آ بیہما تھا تو
دیر تک کرتا رہا میں گھٹنگو

بھسرا سے یا مادہ عرفاں سے تو
توڑ دے ما بھر مرے دل کا سونو

لھک گیا میں دے کے خود اسی تساحت
اور لوگوں میں ہے عمیری جستجو

یتھروں پر چھا گئیں ستادایاں
کام آخر آگیا مسیرا لہو

صدائیں دے رہی ہے ایک اک تے
مگر اسان اب تک لے کر ہے

نہ دیکھے قطرے قطرے میں جو دریا
نظر وہ بھی بھلا کوئی نظر ہے

لتاؤ و غم الگ بھی ساتھ بھی ہیں
عرص اک دوسرے پر منحصر ہے

متاع آگہی ہے خود مسترت
معان بھی اک پیامِ حوستتر ہے

علیم اللہ حالی ردگی میں
نصیرت ہی ادھیرے میں تر رہے

سر لوکِ مترہ یہ قطرہ اشک
لتاؤ و حق کا اک پیغام رہے



پیامِ اشک

سِرِ بوبِ سرہِ اک قطرۂ اشک
مِثالِ دُرِ تماںِ حلوہِ گر ہے

ہے محرومِ رماںِ گرجہ یہ قطرہ
ملا کی تابِ گویائی مگر ہے

میاںِ یاسدِ حرف و صوت کیوں ہو
جموشی میں بھی کوئی لہجہ گر ہے

سکوں میں بھی بیا ہے ایک محتر
تسبِ تاریک میں بھی اک سحر ہے

حقیقتِ درے درے سے ہے ظاہر
حقیقتِ بھر بھی مسروطِ لطر ہے

مے مصلحت کی رکھتی ہے زہر اُما بھی ہے
تم بھی اٹھاؤ نرم میں اک میں بھی خام لوں

آجاتے وقت قصہ قدرت میں گر سہی
وہ ساعتیں طلب کروں وہ صبح و تمام لوں



غزل

اُوارِ حرم ہے تو جھوٹی سے کام لوں
کچھ یوں بھی اہلِ شہر سے میں انتقام لوں

اے مایہ لستیاں ہی مقدر میں ہیں مرے
نک حاتوں بھی کسی سے تو کسا اس سے دام لوں

ریہوں یہ جڑھ کے ماسے ہیں لوگ ایسے قد
بیٹھوں کہاں یہ ررم میں میں کیا مقام لوں

چھوٹی ہیں بے مجھ سے اکھی و صبح کستگیاں
ہو دوست بھی کوئی تو میں دتیں کا نام لوں



اس ادا

آج کے بعد نہ حالے بھر کب
 دل میں یہ درد اٹھے، روح میں بے تانی ہو
 ساعتیں سانس کے رستہ میں رکاوٹیں جائیں
 کوئی کائنات سا رگوں میں میرے
 حوں کے ساتھ رواں ہو جیسے
 دستہ یادِ رفیقان کا کرم
 سینہ بھر نصیبیاں کو ملے
 حالے کب

صحنِ جاں میں تے گلزار کھلیں
 آسمانوں سے اترتی ہوتی بے نام سی سے
 کب دیارِ دل ویراں میں سے
 آج بس آج ہی ہر غم کو بھٹل کر لیں
 مارتے اشک کا طوفان اٹھے
 لمحہ لمحہ میں ملے درد کے رشتے
 کو مسلسل کر لیں



غزل

گام گام تاریکی اور یہ سہرہ تہہ
میں پہنچ رہاؤں گا آج اپنے گھر تہہ

کس مکان سے نکلی تھی میرے نام کی آوار
کوہ کوہ حسیراں ہوں اور در در تہہ

حرم خود نگاہی پر مصلہ یہی ٹھہرا
بارِ زندگی ڈھونڈو اور عمر بھر سہہ

تیر دھوپ میں جالی سایہ ساہ اس کی یاد
زندگی گر رتی ہے جس کے نام پر تہہ



بڈیاں آگ کی دوش سے لہک اٹھتی ہیں
 حسم و حال رہر سے افسردہ ہوتے جاتے ہیں
 ٹوٹے لگتی ہے رگ رگ میں کوئی گرم سی تے
 ایسے ہی فطرۂ حوں حسم کو برماتے ہیں

مجھ کو تنہائی میں لے جاتے ہیں ہمدم میرے
 اور مرے حسم یہ تیرا سا برساتے ہیں

جائے کب ایسے جہنم سے نکل جاؤں گا
 کس طے گی مجھے دیر یہ رفیقوں سے سمات
 ہم جسے ایسے تنیں بھول چکے ہیں شاید
 مادھے تنہر کے لوگوں کو ابھی تک وہ مات

عذاب

یاد ہے شہر کے لوگوں کو ابھی تک وہ مات
ہم جسے ایسے تئیں کھول چکے ہیں شاید
وقت کی سرعتِ رفتار کے ماوصف کہیں
حد لمحاتِ سہراہ رُکے ہیں شاید

جس بھی ملتا ہے کوئی راہ میں دیرِ سرِ رفیق
دستِ ماضی میں بہت دُور تک جاتا ہے
سیمِ حواہیدہ دھندلوں میں مجھے سہیا کر
چھوٹ جاتا ہے کہیں خود ہی کھٹک جاتا ہے
اور مرا دہیں اُدھیرے کی مسافت کا شکار
سوچ کی سمیت گر رگاہ یہ تھک جاتا ہے

جاگے لگتا ہے سویا ہوا برسوں کا عذاب
دردِ جیتے ہوئے بیروں کی طرح آتے ہیں

ٹوٹتی ہی بہیں صدیوں سے یہ ریکر طلب
حسم کی قید میں ہیں عشق کو آزار بہت

حتم ہو جائیں گی اک دم میں سراووں کی حدیں
تیر کر لی ہے نص ے مرے رفتار بہت

گم ہوئی حاتی ہے ہر راہ گر راہ جاتی
والسی اگلے سفر سے بھی ہے دشوار بہت



غزل

خس بھی تجھ سی بہت مجھ سے حردار بہت
بھڑھے لوگوں کی، ہیں شہر میں مازار بہت

آج بھر ہو ہیں یا کسی قاتل کی ساحت
اور تھے لعنتوں کی یہ بیاں کے آثار بہت

دیر تک سطل یہ آوار کی لہریں بھیں رواں
ڈوسے والے کی چیموں میں بھی جھکار بہت

گر ٹروں میں تو اٹھائیں گے گہر جاں کے لوگ
تیرے دامن میں اگرچہ ہوں گراں مار بہت

پناہ مانگتا ہوں

میں حقیقت کے روس، چمکدار و خوش رنگ
 رحصار کے خواب میں مست تھا
 آنکھ کھلتے ہی میں ڈر گیا
 کالی کالی نقالوں میں
 ہر سمت

دہشت کے عمریت
 اتنی مکروہ و دلہور آوار میں
 چیمتے لڑھ رہے ہیں
 جلازا انہیں روک لو
 مجھ کو حوالوں کی تہ میں چھیا دو
 ایک بار اور مجھ کو سلا دو



غزل

یہ در کھلا ہے کہ اس سمت بھی تو آتے ہوا
میں مر رہا ہوں گھٹن سے مجھے بجائے ہوا

کہ اب تو کھول دیے مادماں بھی ہم نے
ہماری ماؤ کدھر جائے گی ستائے ہوا

اندھیری شب میں ابھی تک ہیں مسکیاں ماری
گنتی رتوں کا یہ لوحہ اب سمائے ہوا

اسی دھما میں کہیں حوشوؤں کے ساتھ ہے وہ
خو آ رہی ہے تو ساتھ اسے اس کو لاتے ہوا

دھما میں بھر کوئی یقین کسی نے بھیکا ہے
ہر ایک سمت سے آتے ہیں نالہائے ہوا



وہ ایسے زاروں کی تناسا
 ہاں وہ اب بھی ویسی ہی ہے
 روعِ رنگت، لعمہ مکہبت، مادل جھوٹکا
 اتنے دلوں میں کچھ نہیں بدلا
 کل ہی میں دیکھ آیا ہوں
 سسکچھ پہلے جیسا ہے



پہلے جیسا

سب کچھ پہلے جیسا ہے
کل ہی میں دکھ آیا ہوں
سرح چساروں کا ناغیجہ
ریت بھری وہ راہگزر
— راہگزر راہیے قدموں کی وہ چھاب

وہ بیتھر تو اب بھی
اپنے جسم کی گرمی، ایسی خوشبو
اپنے پیسے کا رکھوالا
اور وہ سختس والا
بھلا بھلا — ہر جانب سے سامہ کرنا پیڑ
اس سے لرے وہ دُوب کی تختی
یانی کی سیلائی کا مل
وہ ست رنگی جڑیا

اُسے میں ایک ایک سطر میں دیکھیں
اُسے ہر تے کے اندر چاہتا ہوں

وہ قسا چاہتا ہے مجھ کو جالی
اُسے اُس سے بھی ٹھہر کر چاہتا ہوں



تنگوں کو

صحرائے فراموشی میں جا کر چھوڑ آتی ہے
تو آخر رطیس مسطر کا کیا ہے اں مناظر سے
سمجھ میں کچھ نہیں آتا
سفر آخر سفر ہے

غزل

ہے غم ہجر، اب ذوق طلب کچھ بھی نہیں
آج تم لوٹ کے آئے ہو کہ جس کچھ بھی نہیں

تیرے ٹھکراے کی صحت سے ہوتے ہیں تہور
ہم فقیروں کا یہاں نام و نسب کچھ بھی نہیں

آج یہ مارِ ملاقات اٹھے گا کیوں کر
اس سے ملا ہے یہ ملے کا سب کچھ بھی نہیں

ایک آوارے توڑی ہے جھوٹی میسری
ڈھونڈتا ہوں تو پسِ ساحلِ تنب کچھ بھی نہیں



وہ مرے ہمراہ تھا

رات بیروں تک نہ تھا اس کا تیر
ہاں مگر حسبِ بید سے لوجھل بیوٹے
سد ہوئے سے معاً پہلے
فقط اک آپ واحد کے لیے وا ہو گئے
میں نے دیکھا
وہ وہاں موجود تھا

وہ مرے اسردہ لمحوں میں
مرے چہرے پر عسائی کی لہریں
دیکھ کر
کرب غم سے حور
اک پل کے لیے آیا مگر
بھر آنکھ سے اوجھل ہوا
وہ مری عزت، مری ہر اک صعوت کا رفیق
وہ مرا ہمارا، میرا غم گسار
مجھ سے مل کر دور ہو جاتا ہے کیا
دوسری ساعت میں کھو جاتا ہے کیا



دوسری ساعت

ریحِ ردہ ٹھنڈی ہواؤں میں
 ٹٹھرتے حشم سے
 حسا میں لے کھرے میں پہنچ کر
 آگِ روتس کی
 تو وہ پہلی تمارت میں ملا

موسم گرما کی
 گھلی دوپہر میں
 آگِ اگلے راسوں سے کچھیرے
 آگِ گھیرے بیڑ کے سائے میں
 حبِ پہنچا
 تو پہلی ساعتوں میں

غزل

محرم بہت بڑے بھے تری مارگاہ کے
 بے مائیگی بھی ساتھ تھی ہم کچ کلاہ کے

ترتیبِ حرمِ سادہ دلاں بھی ہوئی تمام
 بدلے گئے ہیں رنگِ سید و سیاہ کے

دستِ طلب میں تراستاں مل گیا تو بھسر
 سب فاصلے سمٹ گئے حذرِ نگاہ کے

ماتا کہ وہ حوہِ وفا اب نہیں مگر،
 اسباب اور ڈھونڈھ لیں کچھ رسمِ وراہ کے

آنکھوں میں راتِ کاٹ کے ہر رور میں عظیم
 حواں لکھ رہا ہوں تری حواں نگاہ کے



— مجھے تو نہیں ہے
 تمہیں کیا یقیں ہے
 کہ یہ اردیتوں کے گرے
 حصوں حیر طوفاں کے اٹھے
 ہواؤں کے چلے

— یہ یوں ہی رہیں گے
 وہ دُوری حوآح اپنے اپنے
 گھروندوں میں ہے
 کیا یہی ماحصلہ کل بھی قائم رہے گا ؟



سوال

اب کہ موسم ہمارے تمہارے لیے
رود پتوں کے تاحوں سے

رحمت کا
نمکین مگر دل شیں گیت گاتا ہوا آگیا
ایک آمدھی جلی
— اور بس

وہ گھر ویدے جو ہم تم نے
اک دوسرے سے بلیدہ بناتے ہیں
اے حصار دل سے آزاد ہوں گے
یہ گڑا، یہ سٹھا سپاہی، یہ گھوڑا

یہ دولہا
وہ گڑیا، وہ چڑیا، وہ گھوڑی
وہ دلہن

لگا کر گسا کوں دروارہ پھیر
اگر کوئی کھرے کے ماہر نہ تھا

مجھے رر تنہائیوں ے کیا
مرے ساتھ یادوں کا لٹکرہ تھا

ہم اس سے حق کھڑے تو سنا کے ہوتے
کسی عیبر کا، عیبر کا گھر نہ تھا

غزل

سہمی کچھ تھا مطر میں مطر نہ سہا
سمدر میں تھا اور سمدر نہ تھا

کھلی آنکھ میں تتلیوں کا سہا رقص
بڑھا ہاتھ تو کوئی پیکر نہ تھا

لرے لگاے سب جسم آب
مرے ہاتھ میں کوئی پتھر نہ تھا

ہوا آج عنقائے معنی سکار
کوئی میرے تروں کی رد نہ سہا

جسے رور و تہ کی ہر اک آے والی اکائی
 بیا طول دے کر
 وقت کی وسعتوں کا تمسخر اڑاتی رہی
 اور بھیل ہوا وقت
 ایسی لے معویت نہ سرمدہ ہے
 ہر صبا جسے ہم بیا کہہ رہے ہیں
 ایک لے استہاد استاں
 کی کوئی بیج کی اک کڑی ہے
 کوئی مات تارہ ہیں
 کوئی واقعہ اعلیٰ اور ابو کھا ہیں
 کوئی شکل بھی مات سا ہیں

مرے دست احساس لے
 حب بھی کوئی نہی آستانی
 کو چھوے کی کوشش کی
 ہر مار ہاتھوں میں
 گر رے دلوں کے حد و حال تھے
 بس وہی رور و تہ اور مہ و سال تھے
 سب سے جادے کہہ تمناں تھے



افنت

زریہ زریہ
 اترتی ہوئی تمام حب
 رات کی اوٹ میں
 سب کی نظروں سے اوجھل ہوئی
 رفتہ رفتہ
 ٹہلتی ہوئی
 نرم و آسودہ دریا کی گہرائیوں میں اترے لگی
 صبح تک
 تہہ میں بیٹھی ہوئی حلیری
 وہ کہانی سناے گی جو
 گل ادا ہو رہی
 آج بھی جس کی تکمیل ممکن نہیں
 وہ کہانی

غزل

میں حب رہا کر وہی اب مجھے صدا دیتا
مری نواتے سکتے کا حوں بہا دیتا

ہر ایک طاق یہ روش ہے متعلِ آوار
وہ حار رہا تھا تو یہ روشی کھا دیتا

کھلا تو بھیر کھا احساس میں رہتا کچھ بھی
وہ تنہا رہا کھی آکر قریب کیا دیتا

وہ دور تو ہیں لیکن قریب بھی تو رہتا
صدا لگا کے ہی احساسِ فاصلہ دیتا



یسٹا ہو کر
 تشب کی کالی چادر اوڑھ کے آخر
 سو جاتی تھیں
 رور سی، اک جنگ کا مہر
 رور مگر اس کا نام پڑا
 آج مگر — یہ نرم شعاعیں
 دیواروں سے داخل ہو کر
 فتح کا ایسی حس مساتی
 مانع رہی ہیں



دوام

دیواروں سے اندر آئے کی جاہت میں

رور

تنعائیں سورج کی

گھر سے ماہر

آجاتی تھیں

موٹی موٹی دیواروں سے

اول اول

ررم اور دھیمے لہجہ میں

اور گھٹنوں کی

ماکام تفت سے گھرا کر

سرکراتی تھیں

دیواریں بھر دیواریں ہیں

تیر تنعائیں دتیرے دتیرے

سرِ تنہا تعلق حلِ حکامے
مگر کل حوں ستاداب بھر بھی

ہر اک تھے جیبِ بردائے جانتی میں
وصا میں ایک بیج و ماہ بھر بھی

ٹھلا کر مٹھائیں سویا تھا جالی
مری آنکھوں میں اس کے حواہ بھر بھی



غزل

شکستہ تھی، نہ تھا سیلاب پھر بھی
مری سکتی ہوئی عرقاب پھر بھی

حفا ہے حذر ترک گھٹگو تک
مری حافر ہے وہ بیابا پھر بھی

تمتم بھی لوں یہ چشم ہم بھی
کہ رحمت کے ہیں کچھ آداب پھر بھی

تھکن راتوں کی راضی جارہی ہے
مگر ہیں دور میرے خواب پھر بھی

تائیں کسے دکھائیں کہاں ۶۶

وہ جو ہم سے شروع سفر
ایسی آنکھوں پر ہاتھوں کا پردہ سا
اور سب ماہری نظروں سے کنارہ کیا
اور چلتے رہے
رور و شب ماہ و سال و صدی
ہم لے اں سب کی یہ بیاں ہی چھوڑ دی

اور پھر یہ ہوا
رستہ صدق ٹکڑوں میں ٹٹا گیا
وہ بھی سچ ہے جسے چھوڑ آتے ہیں ہم
یہ بھی سچ ہے جسے چھوڑ جائیں گے ہم
یعنی جو آج ہے
وہ بھی سچ ہے گزشتہ دنوں کی طرح
ہم کہ کل کے امیں
آج کو ایسی خاطر میں لالے ہمیں



یہ بھی سچ، وہ بھی سچ

لمحہ لمحہ بدلتے ہوئے وقت میں
کوں کس کا ہے؟ کیا ہے؟ کسے پوچھیے؟
میں بھی، وہ بھی، سبھی

اپنے جہروں کی
مٹی بگڑاتی لکیروں کو پہنچاتے ہی ہمیں
آئے والی رتوں کے جلیں حاتے ہی ہمیں

رور و شب
ایک اک بیل میں شمار ہوتی ہوئی
کھمبہ دیوار و در

ریرتوں میں ہمیں دس کرے کی
سارس میں مصروف ہیں
آخرتس ایسے جہروں کو اب ہم چھپائیں کہاں
آج تک ہم وہی ہیں

اب اپنی رسم و راہ سے مومنوں سے رکھ
وہ سایہ دار میڑ حراں آستا ہوا

اُس یرہی رتوں کے نتاں میں جیکے ہیں آج
حسن یتھروں پر نام تھا ایسا لکھا ہوا

ہم کھل کے رو لیے تو کچھ ایسا لگا علم
رسوں کا کوئی قرص تھا جو اب ادا ہوا

غزل

گر را ہر ایک — شخص مجھے دکھتا ہوا
گویا میں آدمی — ہوا آئینا ہوا

وہ دُھند تھا، دھواں تھا کہ طلبتہ کر رہی
اب یاد بھی نہیں ہے کہاں تُو جدا ہوا

حب کوئی شعر ہو تو اسی کا خیال ہو
حب راہ گم ہوئی تو وہی رہا ہوا

کلی ہی تھی کہ شاح طلب حشک ہو گئی
ہر مار ہم نے ہاتھ سینا رکھا ہوا

سب کے سب اس سے خوش تھے
 کہ وہ ال کا ہمار تھا دوست تھا
 وہ ال سب سے یوں آتا ہو گیا کہ
 اسے اپنے اندر سمیٹے ہوئے
 سب کو آسودگی تھی
 وہی دات ہر دات میں حارب ہوئے لگی تھی
 اسے یوں لگا
 جیسے وہ منتشر ہو کے گم ہو رہا ہے
 وہ بھر چاہتا تھا کہ سمیٹے
 سمٹ کر فصیلوں کا پاس ہو کر رہے
 اسے خود سگر ہونا ہی چاہیے تھا



شکستِ حصار کے بعد

اور پھر
 اس نے خود اپنے ہاتھوں
 خود یوار چاروں طرف جیس رکھی تھی
 اسے توڑ ڈالا
 تب وہ آزاد یابی تھا
 سرمست پھیلا ہوا
 جیتمے لے کر اس تھا
 رہیں اس سے خوش تھی
 ملک اس کی ہر بود کا ملتی تھا
 یہاڑ اور ستی
 لمبی و پستی
 گئے جنگوں کے بھیاںک مسافر
 سی اور پرانی طرح کی یہ آبادیاں —

اک آگ تھی جو بھیل گئی یاں سے واں تنک
تعلہ تھا یہ رہیں کا مگر آسماں حلا

ہمسایہ کی حسین عمارت میں تھا مکس
حلے کو اس طرح سے یہ جالی مکاں حلا

ہر صوت و حرف رقص میں آزاد ہو عظیم
صحی ہر میں رستہ لعل و سیاں حلا

آتے تپ سکوت میں نورِ صدا نظر
جالی کچھ اس ادا سے حراغِ فغاں حلا

غزل

جو بھی ہے اس کے دہن میں وحہ گماں حلا
اے شعلگیِ شوق مرے جسم و جاں حلا

حم جاتے گا بدن کا لہو سرد لہر سے
اے لہس آتیں سے یہ وقتِ گراں حلا

ہو شکوہِ ستم کا تصور ہو وہ غلط
یہ مات اگر رماں سے بکے رماں حلا

وہ ماہ و سال حل گئے اک بل کی آگ میں
لہجوں میں ایسا جیمہ عمرِ رواں حلا

میں بھی تو انک مار چلاؤں ستم کے تیر
اں کو بھی اے عروہِ تہیدِ مُستاں حلا

نگار گیت

تم بھی کیا سادہ ہو، کتنے بیک ہو
 سارے ٹھوٹے اور اٹھوٹے عم کو
 چھو لیے کی یہ خواہش بھی
 کیا مہمل ہے، کیسی حود مرید
 آئینہ تھوٹا ہے اس کو بھیڑ دو
 یہ طلسم حود مریدی توڑ دو
 رور سطح آئینہ پر منسکرا کر ملے والے
 شخص کی ماتوں پر کب تک جاؤ گے



سرم تیرا ترکب تعلق نہ بھی
کہاں مجھ کو لے جائے گا اس طرف

کھٹک کر تری سمت آیا تھا میں
ملی مسرلِ گم شدہ اس طرف

کہانی ادھر رٹھ رہی تھی علیم
مجھے خوفِ اسحام کا اس طرف

غزل

مسافر کہاں جاتے گا اس طرف
ملٹ آتے گا راستہ اس طرف

اُدھر دشت در دشت میں گاموں
ڈراتا رہا رہنما اس طرف

سوالوں کے قیدی رہ ہم تھے رہ تم
رہ کیوں اُس طرف تھا نہ کیا اس طرف

اُدھر سنگِ تہمت ہر اک ہاتھ میں
کوئی حسمِ تیتھہ ہما اس طرف

دلش زندہ شد

دھوپ اتنی تیر ہے — محس سے مقتل دور ہے

اتنی جلدی بھی مے کیا

رات حب آتے گی

سب کچھ رفتہ رفتہ ظلموں کی گود میں چھپ جائے گا

دُھول تنہا کر سو رہے گی

دھوپ کا طوفان تھم جائے گا

راہیں سرد ہوں گی

آج کا دن

باسی احاروں کے مدد میں مایہ ہو جائے گا

آئے والی رات کا بیچلا پیر

اس کہانی کو الو کھے موڑ لے جائے گا

مرے والے کو حیاتِ دائمی دے جائے گا

اپنے ماتحتوں میں لیے متعل اند تک

آئے والی ان گنت راتوں میں وہ

اس راستے سے جائے گا

غزل

دستِ جاموس میں گمساں ہوئی حاتی ہے
ہر صدا لطق یہ الرام ہوئی حاتی ہے

تو حو ساحل ہے تو آغوش میں رکھ لے ایسی
لہر کیوں راہ میں ماکام ہوئی حاتی ہے

ہر ادا عشق کی اب اہلِ ہوس جاں گئے
اب تو ہر راہ رہِ سام ہوئی حاتی ہے

اس حسایت سے ہر حال میں سہہ جاتے گی
رمدگی جو گر آلام ہوئی حاتی ہے

کس سیلوں سے کہاں پیاس کھاتی تھی ملیم
ہر قدم یر ہوسِ جام ہوئی حاتی ہے



دلش زندہ شد

دھوب اتنی تیر ہے — محس سے قتل دور ہے

اتنی جلدی تھی ہے کسا

رات حب آتے گی

سب کچھ رفتہ رفتہ ظلموں کی گود میں چھپ جائے گا

دُھول تھک کر سو رہے گی

دھوپ کا طوفاں تھم جائے گا

راہیں سرد ہوں گی

آج کا دن

ماسی احساروں کے مدفن میں مٹا ہو جائے گا

آئے والی رات کا بجیلا پیر

اس کہانی کو انوکھے موڑ لے جائے گا

مرے والے کو حیاتِ دائمی دے جائے گا

اپنے ماتھوں میں لیے مشعلِ اندک

آئے والی ان گنت راتوں میں وہ

اس راستے سے جائے گا

غزل

دستِ خاموش میں گمساں ہوتی جاتی ہے
ہر صلا لطق یہ الرام ہوتی حاتی ہے

تو حواسِ حل ہے تو آغوش میں رکھ لے اسی
لہر کیوں راہ میں ماکام ہوتی حاتی ہے

ہر ادا عشق کی اب اہلِ ہوس حاس گئے
اب تو ہر راہ رہ عام ہوتی حاتی ہے

اس حقایق سے ہر حال میں سمجھ جائے گی
ردگی ہو گر آلام ہوئی حاتی ہے

کس سیلوں سے کہاں یہ پاس بھائی تھی ملیم
ہر قدم پر ہوسِ عام ہوئی حاتی ہے



ہواؤں کا حصہ

درختوں کے تھے
حوتاحوں سے ٹوٹے
تو کچھ دیر تک
مہرماں، برم و مازک
ہواؤں کی آغوش میں
ایسی آسودہ ساعت یہ ہنستے رہے
مگر لمحہ لمحہ

رہیں بے اکھیں کبھی مٹا سے اتارا
ہواؤں کے حصہ میں کب کیا رہا ہے
کسی دم میں چھس ہی گیا یہ سہارا
ہواؤں بے گرتے ہوئے سوکھے پتوں کو
لمس وراغی دیا
اور رخصت کیا

ہواؤں کے حصہ میں کب کیا رہا ہے



ساتھ ہو جا کر اُمڈتی ہوئی لہریں ہیں قریب
حب اتر جائے گا دریا تجھے ترے گائے گا

میں اسی موڑ پر مل جاؤں گا جالی تجھ سے
تو جہاں بھیڑ میں گم ہو کے پھڑ جائے گا



غزل

اُس کا غم ایسی طلب تھیں کے لے جاتے گا
دردیں کر مری رگ رگ میں اتر آتے گا

ریگزاروں سے یَہ کھینچ رہا ہے کوئی
جائے کس دست میں دریا مجھے سمکائے گا

کھول جاؤں گا میں حسبِ ایسی لہواؤں کی کسک
اس کی آنکھوں میں لہوِ مسیرا اتر آتے گا

کوئی بیتھر کا تاراں رکھے کے خدا ہوں ہم تم
جائے یہ بیڑ کس آمدھی میں اکٹڑ جاتے گا

لنگڑا کے جیل رہی ہیں،
 عدالتیں — وہ جو حکمرانوں کی مختصر ٹولیوں کو
 برداں سمجھ رہی ہیں
 جو حیر و تر کے لیے نتر کے
 اصولِ خود ساختہ کو میراں سمجھ رہی ہیں
 یہاں جہاں آج رہ رہا ہوں
 یہاں جو آتے ہیں مجھ سے پہلے
 یہاں جو ہم سب کے بعد آئیں گے
 ایک اک کر کے ہم گناہ و سراکازوں لے چلیں گے
 وہ لفظ
 حواںِ عدالتوں کی گروت میں
 آج تک نہ آنا
 ہم اس کی سہیاں لے چلیں گے



انصاف

یہاں جہاں آج رہ رہا ہوں
اسیرِ رنداں کے جانے کتنے ہی قافلے
آ کے ٹرک چکے ہیں

یہ سرزمین
کتنے معصوم بچے گناہوں کو
حرم کی تیر پھٹیوں میں حلاجی ہے
وہ اپنے ماکردہ حرم کی
اں مدارتوں سے سرا کا اسلاں شس چکے ہیں
مدالتیں — وہ حواسِ آدم کے اندروں کے تغیرات
سے بے حس رہی ہیں
مدالتیں — وہ حویصلوں میں صداقتوں
کے مقابلہ میں
دلائلِ خارجی کی میا کیوں پہ

مار ڈالا ہے تھیں کے کرب لے
مجھ کو وہ رہبر گماں کچھ بھی نہ تھا

عمر بھرس ہم ہی ہم حائل رہے
میرے اس کے درمیاں کچھ کبھی نہ تھا

با گئے لمحوں کے جلنے کی صدا
ما مرید صحنِ جاں کچھ بھی نہ تھا



غزل

ختر ہجومِ سگراں کچھ بھی نہ تھا
 سطروں کے درمیاں کچھ بھی نہ تھا

اں درختوں ے بھی بدلا کھا لباس
 اے ماموں کالتاں کچھ بھی نہ تھا

ے سب ہم ڈر گئے تھے راہ میں
 ورنہ ریرِ آسماں کچھ بھی نہ تھا

ہم ے کھیلا یا بہت دستِ صدا
 ماہِ حدِ لامکاں کچھ بھی نہ تھا

مقدس رماں میں برکتی تاثر کا دعویٰ رکھتے تھے
 اب ہمارے ہی سحائوں کے لہو میں
 ڈولے ہوئے ٹڑے ہیں
 کہا گنا تھا کہ
 میری رستی کو ایسے ہاتھوں کی ساری طاقت سے کھائے رکھا
 ادھر وہ رستی حلی ہوئی ہے
 ادھر وہ دستِ بریدہ فرما کر رہے ہیں
 نہ سدِ منہی تار ہی ہے
 کہ اب بھی اس کی گرفت ڈھلی ہیں پڑی ہے
 یہاں بھی سورج ہے سر یہ رقصاں
 یہاں بھی ہے آنسوؤں کی مارتس
 یہاں بھی ہے سانس کی عالم
 اب اور کس طرح کوئی الہام سر جھپٹاے گا ایسے سر میں



آخری الزام

عقیدے
 گلیوں کے چند آوارہ مسحّرے لوٹدوں کی صورت
 کھڑے ہوتے
 اس عظیم اسرارِ مسکرا رہے ہیں
 صفِ اعلیٰ — کہ جس کو صدیوں سے
 ہم نے پاکیزگی کی اوچی بلندیوں پر سمائے رکھا تھا
 اب جس و خاک ہو چکے ہیں
 رٹے ررگوں، قدیم بھیجے ہوئے حلائی سفیروں نے
 کھائی چارگی اور اتھوت و استی کے جو کچھ
 سماوی تحفے عطا کیے تھے
 وہ سب کے سب اب
 تمام پاکیزہ رتے ماتوں کے ساتھ حل کر رہے ہوئے ہیں
 تمام فقرے — کہ جو

یہاں بھی خوشبوئیں پھیلی ہوئی ہیں ان گلابوں کی
نئی ساعتِ یرا نے موسموں کے گیت گاتی ہے

طرکچہ بھی نہیں آتا ہے سناٹوں کی ظلمت میں
سماعتِ دُور تک جاتی ہے اور ماکام آتی ہے

اُترتا ہے کوئی پچھلے یہر پھیلا کے یُر اپسا
کوئی تے مجھ کو سرمِ مار تک راتوں کو لاتی ہے

کوئی منظرہ وایس لائیکے گا اُس بہاروں کو
حواموح آتی ہے جالی دُور منزل کرتی جاتی ہے



غزل

یہیں رداں تری آواز رکھیں ہلاتی ہے
ہوا روں سے آتی ہے پیامِ یار لاتی ہے

سبیلینِ تہہ کاموں نے تے انداز سے کھولیں
حدائی رفتہ رفتہ قمرتوں میں ڈھلتی جاتی ہے

نہ تہہ گزری نہ دل آیا نہ دل گرا نہ تہہ آتی
تری آہٹ حسرتی ہے ہر اک تہہ رکسی جاتی ہے

اندھیروں میں بھی تیری یاد پہنچاتی ہے سر لک
میں رستہ کھولتا جاتا ہوں وہ رستہ بتاتی ہے

میں آؤں گا تو جاگ صبحِ رداں لے کے آؤں گا
رہائی سے زیادہ مجھ کو رسمِ قد بھاتی ہے

موسیوں کی طرح
 ایسے دامنِ احساس میں
 گھر کے آنکھیں کھولتا ہوں
 اور پھر
 لمبے لمبے، آجلیہ والی طلسماتییری
 رات کے گم سامنحوں میں تجھے
 اپنے گھر کے راسخیر تھوڑ کر کہتی ہے
 کل پھر آؤں گی



سَرِ شام

سُرخ و سر و میل گوں یہ باتیوں میں
لائے لائے

اُٹلے یَر والی طلسماتی یَری
تَمام کو — ہر رورِ جھ کو
قاف کے اسکاں گوسہ سے
اُتر کر

رنگ و حوسو کے سمندر کے فریب
چھوڑ کر

حود ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں
حوا کی آسودہ و حوس رنگ راہوں پر
ہ جاے کتنی دیر
ایسی آنکھیں سد کر کے
سارے گزرے اور بھولے مسطروں کو

غزل

نظر لباسِ گل و لاله ہی میں آجھ کو
صدائے دل تو جھوٹی سے دے پتا مجھ کو

کبھی تو روٹھ بھی جا مجھ سے لے سب اے دوست
میں کس طرح سے مساؤں گا آرا مجھ کو

کھیلے ہوئے ہیں سمن رات تیری یادوں کے
تو دے رہا ہے قفس میں بھی آسرا مجھ کو

گھٹا گھٹا سا ہے ہر سو قفس میں سناٹا
کہیں سے دیے لگا ہے کوئی صدا مجھ کو

ہر ایک موجِ صدا مضمحل ہے رداں میں
سا دیا ہے مھیلوں لے لے لیا مجھ کو



صورتوں پر ڈال جائے گی
 تو پھر آؤ چلیں اس مارگہ سے
 ہر آدمی کا مانگیں
 اور بے چہرہ صداؤں کو
 کسی بیکری کی صورت میں اٹھاریں

لفظ، آواز، صورت گری

صداؤں کا سمدر سم نہ سم ہے
 پھرتی موج کے طوفاں میں لمحہ کھر
 ٹھہر یا بھی ہے مشکل
 سبھی کچھ بس سے باہر ہو رہا ہے
 سکوبِ شور کی دیوار
 اٹھتی جا رہی ہے
 مرا دم گھٹ رہا ہے
 مری آوار آواروں میں صم ہے
 یہیں معلوم یہ سیل صدا
 کس تک

ہماری ماریاں سب ستارے ہیں گا
 یہیں معلوم یہ اندھی
 غارِ باتِ ساسانی کی کتنی گرد اسی

صورتوں پر ڈال جاتے گی
 تو بکھر آؤ چلیں اس مار گہر سے
 ہر آدر کا مانگس
 اور بے چہرہ صداؤں کو
 کسی بیکر کی صورت میں اٹھاریں



لفظ، آواز، صورت گری

صداؤں کا سمدر سم نہ سم ہے
 سیرتی موج کے طوفاں میں لمحہ بھر
 ٹھہرا بھی ہے مشکل
 سمجھی کچھ کس سے ماہر ہو رہا ہے
 سکوتِ تنور کی دیوار
 اٹھتی جا رہی ہے
 مرا دم گھٹ رہا ہے
 مری آوار آواروں میں صم ہے
 ہنس معلوم یہ سیل صدا
 کس تک

ہماری ماریاں سانی کا سب ستار ہے گا
 یہیں معلوم یہ آمدھی
 عمارِ مائتسا سانی کی کتنی گرد اسی

میں ایسے آب میں تجھے کو سمیٹتا کیوں کر
میں ایک لمحہ محدود، اک رماہ تو

کوئی نہ دے یسِ دیوارِ حبِ صدا جالی
قریبِ سرِ حاماں ہی بیٹھ جانا تو

غزل

ہجومِ یارِ ترا ، اور مرا ٹھکانا تو
اب اور چھوڑ بھی دے مجھ کو آرماتا تو

مرے لیے ہے مری مامرا دیوں کا حذر
کہیں سے ڈھونڈ بھی لے اب کوئی بہانہ تو

اُسے بھی اسے فساد کی یاد آجاتے
کہانی ایسی کچھ اس طور سے ساماتا تو

تری شکستے پہ پہنچا دیا کہاں تجھے کو
حضورِ جس بھی ٹھہرا ہے سر جھکانا تو

جلیے — یہی اس کی ساری تنکستوں کا حاصل ہو
دیوار و در کے کھسکے قدم

اپنے حالق سے

اک تمام کی بھیک اور مانگ کر
اُس کہانی کے احکام کو حاسا چاہتے ہیں
— وہ کہانی

حوئے مس مردے کے اظہار سے
آج بھی دور ہے

داستان

سہ طائر —

جو ہر تمام
کہنہ عمارت کے ٹوٹے کنگورے

سہ تادیہ
دن بھر کی سب داسماں کہتا رہتا ہے

— اور وہ عمارت

گئے گھر گھر کی ساری مصیبت
ہر اک یل میں مسمار کرتی ہوتی ریرتوں
کی صوب کا غم

کھول کر

اں صداؤں میں یوں ڈوب جاتی ہے

جیسے — یہ آوارہ ہی

داس کہیں ساگی کا مداوا ہو

غزل

دل سے ارماں طلب، کس سے دمالے حائے
تم گئے تھے تو مرے ماس جو تھا، لے حائے

فل کے چہرے پہ چا مقفلِ یاراں کا لہو
اور ہم کیا تری محفل سے تالے حائے

دست و صحرائیں سکھلا لو کھ اٹھاتے کسوں کر
ہم ترے در سے کہاں مار و فالے حائے

اں کو ہر راہ یہ ملے گا گنماں ماتی تھا
مجھ سے ملے کا ستاں اور وہ کیا لے حائے



س اک فریبِ سرلِ حاناں کی دھندلی روتی تھی
 جو کھر بارہ ٹلاووں کا بہانہ دے رہی تھی
 یہاں کچھ بھی نہیں —

منزل — مسرت — روتی — رستہ
 سبھی موہوم و مہمل سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں
 رکھیں ہی رکھیں !

عالمِ دوا — — — جہاں یر ہو
 وہیں رک کر یہ دیکھو تم کہاں ہو



نشاں بھولی ہوئی منزل کا

نشاں بھولی ہوئی منزل کا پہلے بھی تھا اب بھی ہے
 مگر — حسن کا مقدر ہی سمر ہو
 — اور منزل کا برابر فاصلہ
 ہر اک گردِ بامرادی کی لیٹ میں لیا جاتا ہو
 سمر اس کے لیے رحمت ہے یا ترکِ سمر
 تارہِ صعوت سے نکلنے کا وسیلہ ہے

— نہ جانے کتنی مدت سے
 ہم آنکھوں پر مٹی کی رکھ کے
 ان لفظوں کی جاس لگا کرں تھے
 جہاں اسی تھکن
 دو حار لمحوں کے لیے آسودگی یابی
 مگر ہر راستہ تاریکیوں میں ماری ماری کھو گیا تھا
 وہاں کچھ بھی نہ تھا

غزل

سفر ہے دھند کا تو کوئی رہما لے جا -
مرا سکوت نہ ہو تو مری صدا لے جا

ہر ایک سمت ہے وقت سکوت کی وسعت
سجا کے یہ روتیں عرص مدعا لے جا

میں زبرِ سنگ اسی تیرگی میں جی لوں گا
تو ایسی نرم تناعوں کا قافلہ لے جا

کچھ اور چاٹ لے صحرائے گمراہی کا نمک
حو آگیا ہے تو راہوں کا دائقہ لے جا

بکھر کے چھوٹ رہ جاؤں تری گرفت سے میں
سُٹھال کر مجھے اے موجِ حوش ادا لے جا



گہرائی سے ایک آواز

یہاں کیا ہے ؟ وہاں کیا تھا ؟
 سوالوں کا یہ سادہ ڈھب
 مرے بدلے ہوئے لہجہ کو معی دے نہیں سکتا
 مری آوار اُور آتے آتے —
 — مری آوار ہی رہتی ہیں ہے
 سماعت ساحلوں کی مطلق ہوتی ہیں ہے
 میں خود کہتا ہوں خود سُنتا ہوں
 وہ سُنتا ہے خود ایسی ہی کہانی



من اسبچہ شرط ملاع است مافو میگویم

قوجاوا ارشعیم مد گبر و حواہ ملاک

حق شعری تعلیقات چہم کر ساجی آق حیدر قزوہ درو سروں کے لیے ہو ساقی حیدر
حواہ ملاک یہ مجموعہ تعلقات میرے قارئین کے لیے ہے اشاعت و طباعت کے حوالہ
حقوق بحق مصنف حویہ کے سوا اب اس پر میرا کوئی حق نہیں رہا میں یہ بھی حامی
ہوں کہ:

ما مال حیرت سے سرو ہا و مستہ ایہ

اب اس حرم کے حور مراد وہ قریبی سرائت ہی کریں گے۔

اس کتاب کی اشاعت میں بہار اردو اکادمی کا مالی تعاون شریک ہے میں ان کے
لیے اکادمی کے ارباب کا ممنون ہوں اس حوری مال تعاون کے بعد میں اگر کتاب سنا کر
سروں کا اعزاز دے ہوا اور کتاب سنا کر گویا مال متعلق کے واز شہر حاسہ حوری و یہ کتاب
ایمے اس معارفہ شائع میں ہو سکی تھی میں ان دونوں حضرات کا حمد و رجا نیکو
گوارا ہوں:



(علم اللہ علی)

۲ تمسک ۱۹۸۹ء

محرور ہیں پیدا نہیں ہو سکی عرصہ حداثہ سے حداثہ ترک کر کے ملا میں ہر ساعتر کا مصنف و مقصد ہوا تھا ہے روایتوں سے ہٹا ایک مائل بحسب عقل ہے مگر بچا لاک ساعتر ہی ہوا ہے جو ہٹا اور ہے مگر چھوڑا نہیں وہ اسی دوری مابین کے ساتھ مستقل ہوا ہے روایتوں سے یکسر دست بردار ہوا ہے والا ساعتر صدائے سخن میں ناسی حداثہ کے جو سگوار سال میں مایہ نہیں کر سکا اس لیے حداثہ انداز میں ساعتر کو بے واؤں کو رواں کے سارے گھر ہے دوسرے حال واقف ہی ہوا تھا ہے وہ یا سطر یا مایہ میں سطر میں اُٹھ کر ہے

محاسن ماہمہ و حقیقت قلعی ادھام

وہ مالہ نیست مینر گسست ریحہ

میرے ایک دوسرے ہیں جو آج بھی ساعتر کے لیے قدم اور رواں ہی ہے ویکو لاسم ہی سمجھتے ہیں وہ مستقبلہ بحر و اوزان اور رطام آہنگ سے ہٹ کر سطویات کو آزاد ہٹنوں میں دیکھا گوارہ نہیں کرے مگر اور ساعتر کے آہنگ پر رواں مانس ہو چکی ہیں کہ ان کا ترجمہ کیا ہو ہے اور یا ممکن ہے اس میں سے BENEDETTO CROCE کے اس قول سے لے کر لکھا کر دوں گا کہ،

Poetry is The Language of Feeling, Prose of The Intellect, But Since Intellect is Also Feeling, in its Concreteness and Reality, all Prose has its Poetical Side

گویا لے کر کر سنا معاملہ میں حقیقت ہوا ہے کہ ساعتر اسامی طور پر ہے نہایت حداثہ کے اظہار کا نام ہے احساسات کے سبب و کج ہے ہی ساعتر اور یہ کہ حداثہ مقرر کر لی جاں ہے — اور لیا ہر کہ وہ حداثہ طبعی طور پر ہی حاصل نہیں ہو سکتی میں نے اپنے تخلیق دورے میں اس تصور کے مابین کے حسابہ میں پامانہ کیے میں کج آزاد ہوں اور آزاد کیے کے مابین میں دیے اور شرطی — ۱۰۰

جائیں گے

حدید، قدیم کمال میں میرا تصور یہ ہے کہ اچھی ساعری ہمیشہ حدید ہوتی ہے جس تک کوئی ساعری ماقبل کے مئی معیار و اقدار سے میالت و رجحان میں آسانا اس وقت تک اس کے کلام میں دلکشی، حادیت اور انداز و تہ سیدھا نہیں ہو سکتی۔ اردو ساعری کی تاریخ گواہ ہے کہ عدل کے قدیم لہ و رجحان میں ساعری کو رے والے نے سمار سحر اگلا ستہ طاق لیاں ہو گئے۔ ان کا کرکس کمپن کہیں اردو قد کر رہی ہیں۔ ہر گز ہو کر رہ گیا اس کے میاوی و علاقہ کہ اس شعر لے میں راہیں نہیں نکالیں، سر رگن کی راہوں پر چلا بھی اسوں نے سعادت سدی سمجھی لیکن سخی اور اچھی ساعری کو سعادت سدی اور اتباع سر رگات کے کچھ لیاویا نہیں ہے یہاں جو عالم یہ ہے کہ

ہر کس کہ سد صاحب نظریں سر رگات جو میں سے کرو
 زری اردو ساعری کی مزایا مزج دیکھ جائیے متر عالت و وق و آتش
 سآر اصغر مراقیق میں شہیل مطہری ۔۔۔۔ اور حیدر امام اور لے لیجے ہزار ہزار
 بلکہ لاتعداد سحر میں اب سد ماموں کے علاوہ اور کون ملتا ہے جس نہ مات و اصم کو رو
 کہ میں شعر کے اس سچلے کی مات کر رہا ہوں جس کا تعلق ہماری علاقہ ساعری کے متر
 انداز ہے رہا ہے نظیر اتال مار میں مر یا گڈھی تسلیم کر رہا ہے اور پروں ساعری
 نیراں چنگے ڈور سے سحر اور عہد حدید کے عدل گو شعر اس وقت سے میں آئے
 ہم ماموں میں ہزار ہہ کرس بلکہ صوبہ یہ مکہ سا ہے کہیں کہ انہی سحر لے اسی بچا
 دی ہے جسوں نے ہی مائی لکھنوں سے ہٹ کر چلنے کی کوشش کی ہے، بلا سہ ہر سحر
 ہے یہ ترقع نہیں کی جاسکتی ہے کہ وہ کیا ایک ایک مانکل سحر، مئی اور غیر روایں اور لے
 کر سارے آریئے تدلیں کا یہ برہمیں یہاں آہستہ رو ہے قدم انداز سحر میں مشور
 ریاست کرے والے ہجو کی آہستہ ہے میں انکار میں کیا جاسکتا اس نے کہ سا انداز
 سحر میں صوبہ کی مشور ریاست کا نتیجہ ہی ہوا ہے اگر جو میں صد ہزار انجم نہ ہو تو

پس دریا پسد کیلئے؟ یہ سوالات اگر مکار کے دھن پر طاری ہو جائیں تو وہ اچھی شاعری ہو
کیا اس اوقات حرا شاعری میں مہن کر سکتا

میرا شعری مزاج ابھی عوامل سے متشکل ہوتا ہے میری شاعری میں میرا رُخ مسخ
حور میری طرف ہے جس آدمی پر اب ہم کلام ہو رہے قراطہاں وہاں کے وہ اصول و
قواعد کام نہیں آتے حور و سرور تک اپنے مانی الصانع کو ہر جا کے لیے ہوئے ہیں یہاں
ایک طرح کے MONOLOGUE کی صورتوں میں ہے۔۔۔۔۔ اور ساقاوت
الہاں کا نہ طریقہ پیچیدہ، ٹیڑھا میڑھا مبہم اور کبھی کبھی ناقابل فہم ہو جاتا ہے جو اپنے
ہے کہ میرے شعری الفاظ میں یہ عجوبہ کاریاں موجود ہیں، میں اس کے لیے معذرت خواہ
ہوں نہ سرسار میں اس لیے کہ میرے دلی کو میری ہی سے صحبت ہے میرے ہر باپا ہے۔
آہستہ بیکلے والی آوازوں کو اگر کچھ دلے میرے سر سے اگر سنا لے تو بات سنی بھی جاسکتی
ہے اور سمجھی بھی جاسکتی ہے

شاعری بلا سہ ایک شعری عمل ہے، کم از کم الفاظ کی سطح پر اس کا شعوری ہونا
مات کیا جاسکتا ہے مگر ہمیں یہ پہن پہنایا جاتا ہے کہ شعری شعور اور لہجہ شعور کی
سطحیں بدلتی رہتی ہیں اسی دھن میں سرج کا عمل مڑا لے جس سے شعری شعور
اور لہجہ شعور میں ہار یک خطوط کے درمیان آس میں آنگ ہوتے ہیں وہ خطوط میں
میں ہیں اور عمارت میں اس لیے آکر و بیشتر ایک دوسرے کی حد میں رہی ہیں۔
اس لیے نہ ٹھہری اصطلاحیں عرواح، علم متعلق اور متحرک کائناتوں کے لیے معنی
نظور عیلا سے حق استعمال کی جاسکتی ہیں اسی لیے نہ مانے ہوئے کہ شاعری بنیادی
طور پر ایک شعری عمل ہے ہمیں یہ بھی سمجھنا ہو گا کہ نہ اکثر و بیشتر عرواحی حدوں
میں اس شعور سرور کو ہے، الفاظ و سادگی میں آئے اس کی بے اختیار اور
عرواحیت وہ رستہ حتم ہوتی جاتی ہے۔۔۔۔۔ اور یہ وہ مکمل شعور کی حکمرانی میں لہجہ
ہے شعور تحت شعور اور لہجہ شعور کی اس رستہ کسی میں بعض ہی موئے معذنی کیفیات
کے مکرر پے در پے ہر حال میں آں کو میرے اس مجموعہ کلام میں لے کر لے کر لے کر

کر رہے ہیں اور وہ مہم سحر کے لیے یکساں ہیں رہا مسئلہ الفاظ اور ان کے درجہ اور استعمال کا قویہ بات بھی اظہار میں الشمس ہے کہ ہم سب ایک ہی طرح کے اور کم و بیش ایک ہی طرح کے الفاظ کا استعمال کر رہے ہیں کوئی آسمان سے الفاظ اُتار کر نہیں لایا ہاں اس اسرار کے کہیں کہیں وہ الفاظ کو مزوجہ معاشقہ سے ہٹ کر نئی معنوی وسعت دے دیا ہے یہ معنوی توسیع ہم اس کہیں کہیں ہی نظر آتی ہے۔ گو یا معنوی اظہار کے تمام وسیع معنوی ہو رہے ہیں یہ معنوں میں یکساں مساوی اور مشترک ہیں، یہ بھی طے ہے کہ ان حالتی اور معنوی وسائل کو شعری تحمل کا درجہ نہیں دیا جاسکتا اس جو چیر سحر کی طمہ اُسی ہوتی ہے وہ حالات و مواقع کا ترجمان، محسوسات، جذبات و کیفیات اور رنج و راحت میں اظہار کو انفرادیت ہے، ساعر محسوسات کے طواریں ہم یہ کم کو الفاظ کی دیواروں میں مستند کرنا چاہتا ہے، یہ ان کے مشکل کام ہے اور بسا اوقات خطرناک بھی، سائنس کے 'انگنہ تمدنی صہا' سے منجھلا جائے ہے، والی بات کہی ہے۔۔۔۔۔ اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ جذبات و محسوسات کی پوشش الفاظ کے کمزور کاروں کو روزگار بھر بیکے لگتی ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں محسوسات کے ساتھ ساتھ مادہ شعری تحمل کا کام ہر حال ہے

حوالے کے لیے اب آپ کا اظہار ایک مروت معاہدہ میں ہے اگر ساعری دوسروں کے لیے ہوتو پھر حلقی عمل میں کوئی پیچیدگی نہیں رہتی، یہاں کام صرف سیما ہے نکل جاتا ہے مگر سیما یہ کہ جس اعلیٰ ساعری کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا

ساعری اس لیے ہوتی ہے کا مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ کسی ساعر کا کلام دوسروں کے لیے مستحضر معرکہ ہو جائے، بلکہ اس کا مدعا یہ ہے کہ ساعر اسے نہیں اور اسے احساس و اظہار کے میں محض ہو، وہ ماهر کے ماری سے نہ مغرب و متاثر ہو اور وہ مزاری محسوس کرے ماهر کے ماری سے بے ماری مکار میں اعمال و احوال پیدا کرتی ہے، دیر انکسپا ہا ہے، دوسرے کی

اپنی باتیں

سفرِ خطہ دروں کا 'میرا پہلا سفر' مجموعہ تھا 'یہ پہلی خوب دوسرا مجموعہ
 ہے۔۔۔۔۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ 'پہلا دوسرا' 'تیسرا'۔۔۔۔۔ یہ موضوعات
 کی کوئی حد ہے نہ ماہِ گشتار میں کی ہے بیکں میر نے مروءتِ عربیہ لطفہِ حصو صا
 شاعری کی مقصدیت کا سوال اُٹھا ہے آخر اس موضوعات کو کون سن کیا حاشے
 آخر گشتار میں انفرادی دکتی کے لیے ہاتھ پیر کون مارے جائیں۔۔۔۔۔ دراصل
 شاعری کا سارا معاملہ ذاتی ہو جائے 'انفرادی ہو جائے' اس میں شک کی کوئی بات
 نہیں ہے کہ ہم نہ کہیں کہ میں اپنے لیے شاعری کرتا ہوں نہ اُنکے اُمداد اُڑانے مان ہے اس
 مان ہے سعیِ خطوطِ میدانِ اکروئے وارے ماقہ شاعر کو غلط سمجھتے ہیں ماحولِ طرحہ کو لکھنا
 خارج ہیں

سیم نام یہ ہے کہ شعرو میں سے نثر کردہائی (PERSONAL) ہے اور
کما حقہ کی ہے، اگر موضوع حاضری واقعات اور شعراں سے پیدا ہوتے ہیں (اور یہ
سادہ نام بہت حد تک سمجھ ہے) تو دوسرا شعر کو انفرادیت محسوس الی چیز کا گہری ہے
کم سے کم یہ تو ہے کہ موضوع میں حاضری وارد آئے ساعر کے لیے متحرک کا کا

- (۱۹۸۳ء) • لیجے لیجے کاکوٹ یرویر مائی (۱۹۸۵ء) • مَرَاةُ الْمَعْرُوفَةِ، عارف سیمائی، لاسکوٹی،
 (۱۹۸۵ء) • کئی تختہ پزیریں، ڈاکٹر عبدالستار دہلوی (۱۹۸۶ء) • کوکن کے سپنوٹس، انجم عسائی
 شیخ اسماعیل (۱۹۸۶ء) • ڈھلتا سونچ، شیخ اسماعیل (۱۹۸۷ء) • اُمد و گہاؤ بین ادب
 اُن کے سماجی رُکسائی پہنو، ڈاکٹر لویس اگاسکر (۱۹۸۸ء) • کہتا تھوں سپنچ، شرف کمالی
 (۱۹۸۸ء) • بیروا، رتبیہ قاصی (۱۹۸۸ء) • حلیل کامکان آدم نصرت (۱۹۸۸ء)
 • شام و سحر، معنی اقبال اختر (۱۹۸۸ء) • کروہن ہمارا دکنس مرثیہ، انجم عسائی (۱۹۸۹ء)
 • دجل حوٹ، ڈاکٹر علیم اللہ خاں (۱۹۸۹ء) • کوکن کے آسائے، (ریہ طبع) (۱۹۸۹ء)
 • کوکن کے سپنوٹ (حصہ دوم) انجم عسائی/شیخ اسماعیل (۱۹۸۹ء) ————— ایں
 سے اول الذکر دو کتابیں نقشب کوکن پبلیکیشنز اور نقیہ موڈرن پبلیکیشنز ہاؤس سی دہلی کے
 زیر اہتمام شائع ہوئی ہیں علاوہ ایں حال عسائی میاں کروہن کی تصنیف امور کہک میاں
 ”صدف صدف مونی“ بھی گلدکی سیرولی سراج کے ہالی تعاون سے شائع ہوئی ہے

شیخ اسماعیل
 سکریٹری

کوکن اردو رائٹر گلد (ساح میرونی) کیسیا (مشرقی افریقہ)



تعارف

”پیٹ شگفتہ“ وقت کا سورج اور صبح کی دھوپ کے حلق اور مشرقی افریقہ میں مقیم کوکن کے لوت اور مخلص خدمت نگار اور شاعر صاحب سآخ شیوی کی تحریک اور ذاتی مالی تعاون سے ۱۹۶۸ء میں کوکن اردو رائٹر گلد کا قیام عمل میں آیا گلد کے میادی اور تحریری مقاصد میں کوکن کے اردو ادب و شعرا کی ہمت اور ان کی ادبی خدمات کو اردو دنیا سے متعارف کرانا تھا ۱۹۷۰ء میں اس کی پروگرام کے تحت ادارے نے داؤد عاری مرحوم کا شعری مجموعہ ”وقت کی صدائی“ ریور طبع سے آراستہ کرایا، لیکن اس کو یہ ادارہ زیادہ دل سرگرم نہیں رہ سکا کچھ احباب کی بے یاری اور ایسی کشمکش کے باعث اس کی محمود طاری ہو گیا اور کوکن دوسری کتاب مطر عام پر نہ آ سکی۔ لیکن سآخ شیوی نے ہمت نہیں ہاری اور اس میں بیاتندہ تعقل کو ختم کرنے کے لیے وہ ہر وقت مصروف اور سبک دہے والا ہر موصوف کی کوششیں بار آور ہوئیں اور ۱۹۸۰ء میں کیسیا (مشرقی افریقہ) کی راجدھالی بیرونی میں اس کی پروگرام کے تحت ادارے کو مستحکم میادوں پر قائم کیا گیا یہاں سآخ کو مقامی ادب و ادیبوں اور کرم مراؤں کا مصروف تعاون حاصل ہوا اور اسے ولولے اور خوش کے ساتھ پروگرام کی ابتدا ہوئی۔ ادارے کی تنظیم کو کے بعد مدد و مدد کی کتابیں ریور طبع سے آراستہ ہو کر مطر عام پر آچکی ہیں اس کی اردو دنیا میں حاضر خواہ دیدیرائی ہوئی ہے

● شمع اول: مہر و لوی مرحوم (۱۹۸۱ء) ● مہاراشٹر کی تہذیبی و ادبی تدبیر

دین الہامی حاد (۱۹۸۲ء) ● لکھنؤ کے چرخ اکھ عاسی (۱۹۸۳ء) ● جیسوئے، ساگر کوئی

۸۶	۴۲	آوارِ محرم ہے تو خوشی سے کام لوں (عرل)
۸۸	۴۳	پیامِ اشک
۹	۴۴	کلِ جو تہک ان میں آجہا تھا تو (عرل)
۹۲	۴۵	سامنے
۹۳	۴۶	مدا کیا تو بہت ہی، ہسی خوشی اس سے (عرل)
۹۶	۴۷	شکستہ تہائی
۹۸	۴۸	۷ صدائوں کو بارائے سماعت دیکھ (عرل)
۹۹	۴۹	ماریات
۱	۵۰	صدائوں کے جھل میں وہ حاشی ہے (عرل)
۱۲	۵۱	سیرِ جائز
۱۳	۵۲	لبِ ہر حال کھوئے رہا (عرل)
۱۵	۵۳	والیس
۱۷	۵۴	یومِ محسن

۵۵ میں تہ گریڈہ نظمیں

۱۹	۱	شامِ اس رات سے پہلے	۵۶	صدائے آست
۲۱	۲	ایک نظم نے جواب دات گی	۵۷	دوسری آہیں
۱۱۱	۳	تو جی رات میں ایک نظم	۵۸	مرا دل مجھ سے پوچھتا ہے
۱۱۳				
۱۱۵				
۱۱۷				



۳۷	۱۲۔ حر، نجوم، سیکراں، کچھ بھی نہ تھا (عرل)
۳۹	۱۳۔ انصاف
۴۱	۱۴۔ اُس کا عم ایسی طلب حسین کے لئے جائے گا (عرل)
۴۳	۱۵۔ ہواؤں کا حقہ
۴۴	۱۶۔ دستِ حاموس میں گسام ہوئی حالت ہے (عرل)
۴۵	۱۷۔ دستِ رندہ تند
۴۶	۱۸۔ سامر کہاں ملنے گا اس طرف (عرل)
۴۸	۱۹۔ رگسیت
۴۹	۲۰۔ جو بھی ہے اُس کے دہن میں دھبہ لگاں ملا (عرل)
۵۱	۲۱۔ شکستِ حصار کے بعد
۵۳	۲۲۔ گروا ہر ایک شخص مجھے دیکھتا ہوا (عرل)
۵۵	۲۳۔ یہ بھی سچ، وہ بھی سچ
۵۷	۲۴۔ شکستہ تھی، نہ تھا سیلاب پھر بھی (عرل)
۵۹	۲۵۔ دوام
۶۱	۲۶۔ میں حُب رہا کروں اب مجھے صدا دیتا (عرل)
۶۲	۲۷۔ است
۶۳	۲۸۔ سبھی کچھ تھا سطر کے میں مطرہ تھا (عرل)
۶۶	۲۹۔ سوال
۶۸	۳۰۔ محرم بہت بڑے تھے تری مار گاہ کے (عرل)
۶۹	۳۱۔ دوسری ساحت
۷۱	۳۲۔ ہے عجم، حیرتِ اب، دوقِ طلب، کچھ بھی ہیں (عرل)
۷۲	۳۳۔ درمیاں سفر
۷۴	۳۴۔ صدا، صحت کے، سدا دیا جاتا ہوں (عرل)
۷۶	۳۵۔ پہلے جیسا
۷۸	۳۶۔ یہ در کھلا ہے کہ اس سمت بھی تو آئے مواد (عرل)
۷۹	۳۷۔ یہاں مانگتا ہوں
۸۰	۳۸۔ جس بھی کچھ ہی بہت، مجھے ہے حریا بہت (عرل)
۸۲	۳۹۔ عدل
۸۴	۴۰۔ گامِ گام تازیکی اور یہ سفر تہ کی (عرل)
۸۵	۴۱۔ ارادہ

ترتیب

عارف کو گنہگار اور اسٹرنگلڈ
اسی باتس

- ۱ گہرائی سے ایک آواز
- ۲- سحر ہے دھند کا تو کوئی رہیلے مار (عرل)
- ۳- نشانِ تحول ہوئی سرل کا
- ۴ دل سے لڑیاں طلب لستے دعا کے (عرل)
- ۵ داستان
- ۶- نجوم مارا اور مرا شکا تا تو (عرل)
- ۷ لفظ آواز، صورت گری
- ۸- نظر باکس گل لاری میں آئندہ کو (عرل)
- ۹- سرشام
- ۱۰ پس رندانِ قری آواز و کمریں بنائی ہے (عرل)
- ۱۱ آخری الہام

۱۱
۱۳
۱۲
۲
۲۱
۲۳
۲۳
۲۶
۲۸
۲
۲۱
۲۲
۲۵

انتساب

ایسی عزیز بھائی

قصرِ حسان

کے نام

— جو مجھ سے زیادہ پیڑھائی ہے

— علیم اللہ حالی

© علیم اللہ حالی
 یونیورسٹی پروفیسر، شعبہ اردو،
 مگدھ یونیورسٹی، بودھ گیا ۸۲۳۲۳۳

پہلی بار ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۹ء

تعداد ۱۰

قیمت ۱۰۰ روپے

کتابت تصویر احمد

سرورق رزاق ارسد

طاعت ۱۷۱ وں آفھیٹ پرنٹر، سی ڈی ۲

دراہم
 یریم گویال پبلش

ما اختیار تقسیم کار

موڈرن پبلشنگ ہاؤس

۹ گولامارکیٹ، دریا گنج، سی ڈی ۲ ۱۱۰۰۰۲

نخلِ جنوں

(نظمیں، غزلیں)

علیم اللہ حالی



پوسٹ بک نمبر ۵۴۲
یرونی (کینیا)

مرکب ہمارا اردو اکادمی کے حروی مالی تعاون سے نتائج ہوئی

NAKHL-E-JUNOON (Poetry)

BY ALIMULLAH HALI

40/=

مُحَلِّحُ سُنُورِ



علیم اللہ حالی

سرِ شاہ تعلق حل چکا ہے
مگر محلی حوں ستاد اب بھی

